Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

# واقعہ 11/9 سے پہلے اور بعد کے مستشرقین کے اسلامی تعلیمات پر مذہبی اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

شہزاد صادق فریدی[1]
ڈاکٹر شمس الرحمن شمس[2]

# "A CRITICAL STUDY OF OBJECTIONS BY OREANTALISTS ON RELIGIOUS TEACHINGS OF ISLAM BEFORE AND AFTER 9/11 INCIDENT"

## Abstract

*Oreantalists are working against Islam from its beginning. In the beginning they focused on Quran, Life of our beloved Prophet Muhammad (PBUH), Fiqah and jihad. They wrote thousands of books to degrade religious Teachings of Islam.Some of them were not enemy of Islam but they were found of research so they wrote very good things about islam.Muslims of all over the world got very useful information from their research work on islam.But these type realistic scholars were very rare in Oreantalists.After 9/11 incident in America oreantalists once again tried their best to show the world that the religious Teachings of islam are very Cruel,Muslims areTerrorists , They don't like new rules of developed world and they are fundamentalists . But after 9/11 many European Young scholars,thinkers ,philosophers and learned people gets Teachings of islam open heartedly and found that objections of oreantalists are baseless.Now it is up to the world that it see religion of islam from Oreantalists eyes or Realistic approach of Teachings of islam.*

**Keywords:** Objections of Oreantalists on Teachings of Islam, Quran, Sirah, Fiqah, Jihad, Modernism, Fundamentalism

تمہید

مستشرقین صدیوں سے اسلام، صاحب اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلام کی مذہبی تعلیمات پر اعتراضات کرتے چلے آئے ہیں جو کہ رفتہ رفتہ کمزور پڑتے جارہے تھے لیکن 2001 میں امریکہ کے دفاعی مرکز پینٹا گون اور مشہور تجارتی مراکز ٹون ٹاورز پر ہونے والے حملوں کے بعد مستشرقین کے قریب المرگ اعتراضات کو دوبارہ سر اٹھانے کا موقع ملا۔ اب ان مستشرقین نے اہلیان اسلام کو نہ صرف اہل یورپ بلکہ خود تہذیب مغرب سے متاثر مسلمانوں کے سامنے بطور دہشت گرد، تنگ نظر، غیر تجدد پسند، ہٹ دھرم اور جدید معاشرے سے غیر ہم آہنگ ثابت کرنے کی کوششیں کیں۔ 2001 کے بعد مستشرقین نے دنیا کو اسلام سے دور کرنے کی بھر پور کوششیں کیں لیکن جلد ہی 11/9 کے واقعات کے حقائق و نتائج سامنے آنے پر یورپی و امریکی عوام نے تعلیمات اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا اور اسلام کو ایک امن پسند، معتدل، زندگی گزارنے کی تمام ترہدایات و رہنمائی سے بھرپور اور جسم کے ساتھ ساتھ روح کی پرورش و بالیدگی کرنے والا مذہب پایا۔ اس مطالعہ کی بدولت اسلام امریکہ و مغرب میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن چکا ہے۔ اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ صدیوں جاری رہنے والی صلیبی جنگی صورت حال میں بھی مستشرقین کا اصل ہدف اسلام اور ذات رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی رہی ہے۔

صلیبی جنگ بازوں کو یک طرفہ پر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں جھوٹی داستانیں سنائی گئی تھیں۔ مثلا یہ کہ آپ کی وجہ سے ہی دنیائے عیسائیت فرقوں میں بٹ گئی ہے اور اس کے اتحاد کو سخت نقصان پہنچا ہے۔

اور یہ کہ

"پیغمبر اسلام ایسا خدا بن بیٹھا ہے کہ جس کا غم ٹھنڈا کرنے کے لیے اس کے پیرو انسان کی قربانی پیش کرتے ہیں"[3]

---

[1] Phd Research Scholar, Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore, Pakistan
[2] Assistant Professer Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore, Pakistan

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اور یہ کہ

"پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جسم خاکی مدینہ میں ایک آہنی تابوت (Iron Coffin) میں رکھا ہے اور مسلمان اس کی پوجا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ آپ کو نعوذ باللہ ایک بت پرست (Pagan) اور نیچ ذات سے تعلق (LowBorn) (نعوذ باللہ) ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔ کفار مکہ کی پیروی میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدس نام تک کو مسخ کیا گیا کبھی آپ کو نعوذ باللہ (Mohamat) کہا گیا جس کا بنیادی مفہوم ہے ایک جوانداز اور (Mahaund) لکھا گیا جس کا مطلب شہزادہء تاریکی ہے۔ اس لیے اہل نظر کے نزدیک پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں اس دفتر بے معنی کی حیثیت ایک مذموم میڈیا وار سے زیادہ نہیں ہے۔

ویسے بھی جس ماحول میں جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز کا نظریہ پروان چڑھ رہا ہو وہاں اسلام اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس گرد آلود فضا میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ اس منفی پروپیگنڈے کی صدائے بازگشت بعد کے ادوار میں بھی بار بار سنی گئی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس شر سے ایک خیر بھی بر آمد ہوا یعنی مسلمانوں سے براہ راست آمنا سامنا (Encounter) ہونے کے بعد اہل مغرب کو معلوم ہو گیا کہ مسلمان بت پرست نہیں ہیں، ایک الگ کتاب الٰہی رکھنے والی قوم ہیں جو منفرد تمدن کے وارث ہیں اور جن کے نزدیک پیغمبر خدا کی اطاعت کا تصور پایا جاتا ہے نہ کہ عبادت کا۔[4]

یہاں ہم ماضی بعید اور قریب کے چند مستشرقین کے خیالات و افکار پیش کرتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ استشراقی مساعی ابتدا سے ہی کس نوعیت کی ہیں۔

- پہلا مستشرق فلپ کے ہٹی لکھتا ہے کہ اسلامی قوانین مثلاً تعدد ازواج، چوری، جوا اور شراب وغیرہ کی سزائیں جدید اسلامی معاشرے میں ناقابل عمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔[5]

ترجمہ "جدید مسلم سوسائٹی نے قرآنی قوانین میں چھپے ان اعمال ترک کر دیا ہے۔"

- دوسرا مستشرق کینتھ کریگ (Albert Kenneth Cragg 2012-1913ء) کہتا ہے کہ اسلام کو اپنی روح میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیے ورنہ وہ نئی زندگی کا ساتھ نہ دے سکے گا۔

The modern mind is right in its instinctive awareness that Islam must either baptise change into its spirit or renounce its own relevance to life. Since it cannot do the later it must somehow do the former.[6]

ترجمہ "جدید ذہن اپنی اس فطری آگاہی میں بالکل درست ہے کہ اسلام کو یا تو اپنی روح میں تبدیلی پیدا کرنی ہے یا زندگی سے اپنی مطابقت کو ترک کرنا ہے۔ جب تک یہ دوسرا کام نہیں کرتا، پہلا کرنا ہی پڑے گا"۔

- تیسرا مستشرق ایس ڈی گوئٹن (ShelomoDovGoitein، 1900ء-1985ء) اپنی زہریلی سوچ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "اسلامیہودیت سے مستعار ہے، قرآن جدید سوسائٹی کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہے"[7]

گوئٹن یہودیوں کے مسلمانوں پر تشدد کا جواز بھی تراشتا ہے۔ اس کے مطابق " یہودیوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئیں یہودیوں کا مسلمانوں پر ظلم اس کا بدلہ ہے سنگ دل اور منتقم ہونا فخر و شرافت کی علامت ہے"۔[8]

مستشرقین ان مسلم سکالرز کی تعریف و توصیف کرتے ہیں، جن کے ہاں اسلام کی تجدد پسندانہ تعبیر ملتی ہو اور جن کے افکار سے اسلام کا مقدمہ کمزور اور مغرب کا مضبوط نظر آئے یا دکھایا جا سکے۔

---

3. ظفر الحق انصاری / جان ایل ایس پوزیٹو Muslims and the west encounter and dialogue

4. اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ مقالہ صلیبی جنگیں از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ص ا

5. The Koranic legislation Philip. K Hitti, Islam and the west, (New Jersey, Princeton1962) 21)

6. Kenneth Cragg. The cal of Minaret (New York: Oxford University Press, 1956)17

7. S.D. Goitain, Jews and Arabs: Their Contacts through the ages (New York: Schocken Books, 1955), 129-130

8. Jewws and Arabs, 232)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

> چوتھا مستشرق کینتی کریک محمد کامل حسین (1901-1977ء) کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "یہ وہ شخص ہے جس نے حق کی حمایت میں آواز اٹھائی اور اس بات پر اصرار کیا کہ اسلام ہی سے اسلام کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے"۔[9]

> پانچواں مستشرق کینٹویل سمتھ (Wilfred Cantwell Smith، 1916ء-2000ء) کمال اتاترک کیکمالی اصلاحات کی تعریف کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسے کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ "ترکوں نے بجا طور پر محسوس کیا کہ اسلام اپنے وقت پر پروگریسو تھا مگر اب نہیں۔ اب اسلام اور کسی بھی دوسرے مذہب کو زندہ رہنے کے لیے جدید تعلیم یافتہ انسان کے لیے قابل فہم ہونا چاہیے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق ڈھالے" سمتھ کے نزدیک ان اصلاحات اور تبدیلیوں کا مطلب عیسائیت قبول کرنا نہیں بلکہ ماڈرن بننا ہے۔[10]

سمتھ نے یہ واضح کرنے کی بھی کوشش کی کہ محض سرکاری حکم اور آرڈر سے اصلاح ممکن نہیں، جب تک کوئی ایسا شخص جو عوام میں اسے مقبول بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کے لیے آواز نہ اٹھائے اور اپنی صلاحیتیں اس کام میں نہ لگائے۔ انھوں نے مصطفی کمال کے ترکی کو لوتھر جیسے مصلح کی آمد اور جدید تصورات کی قبولیت کے لیے نہایت سازگار قرار دیتے اور اس کے ظہور کی تمنا کرتے ہوئے ترکی میں اسلامی اصلاح پسندی پر اپنی تحریر کے آخر میں لکھا تھا:

One thing seems sure. If a Luther-to borrow their"own metaphor were to appear, he would get a ready hearing amongst the educated classes of Turkey.Emotionally and intellectually, sociologically andreligiously, they seem ready to follow new ventures of Islamic development. However such a reformer will indeed appear is another matter. Can one generate a Reformation by fiat even when providing the milieu? The Turks seem creative enough to understand and to accept, creative enough to implement and to develop, a new religious vision.Whether they are creative enough to produce one is the crucial question[11].

ترجمہ "ایک چیز یقینی نظر آتی ہے۔ اگر ان کے اپنے مزاج و ماحول کے موافق کوئی لوتھر نمودار ہو تو وہ تعلیم یافتہ ترک لوگوں میں اپنی آواز سننے والے بہت سے افراد تیار کر پائے گا۔ جذباتی و ذہنی، معاشرتی و مذہی ہر سیٹ پر وہ اسلامی ترقی کے نئے منصوبوں پر عمل پیرا ہونے کو تیار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسا کوئی مصلح واقعتاً ظہور کرے گا۔ کیا کوئی اصلاح سرکاری حکم کے ذریعے ممکن ہے؟ خواہ فضا کتنی ہی سازگار ہو سمجھنے اور قبول کرنے، نافذ کرنے اور ترقی دینے کو بہت تحقیقی اور باصلاحیت نظر آئے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ کسی لوتھر کو پیدا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں؟

سمتھ ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کا حل سیکولرازم بتاتا ہے۔ وہ تخلیق پاکستان کو ایک برائی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ پاکستان جتنا زیادہ اسلامی ہوگا ہندوستانی مسلمان اتنے ہی زیادہ غیر محفوظ ہوتے جائیں گے۔ اس کے الفاظ ہیں:

The more “Islamic Pakistan is in form (and especially in so far as there is form without substance), the less secure are the Muslims of India.In a Crude and exteriorise and grossly unsuitable sense, a cynic might avert that the more Islam flourishes in Pakistan the more it will wilt in india.[12]

ترجمہ "پاکستان اپنی صورت میں جتنا اسلامی ہوگا ہندوستانی مسلمان اتنے ہی زیادہ غیر محفوظ ہوتے جائیں گے۔ زیادہ سادہ، غیر جانبدارانہ، صاف اور عمل تناظر، جس کے بیان سے ایک ناامید اور کوتاہ فہم شاید پہلو تہی کرے، یہ ہے کہ پاکستان میں جتنا اسلام پھیلے گا ہندوستان میں یہ اتنا ہی سکڑتا اور کمزور ہوتا جائے گا۔"

---

9. (Goitai Kenneth Cragg, Islamic Surveys-3: Counsels in contemporary Islam (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1965)

10. Wilfred Cantwell Smith, Islam in Modern History (New Jersey: Princeton University Press,1957),178 - 204

11. Smith, Islam in Modern History 205

12. Smith, Islam in Modern History, 273

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

> چھٹا مستشرق نداف صفران(NadavSafran،1925-2003ء)اسلام کو ناقابل عمل اور غیر حقیقی ظاہر کرتا ہے۔

"وہ ان مصری اہل فکر و دانش سے اظہار ہمدردی کرتا اور ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے، جو تجدد کے نقیب ہیں۔ اسلام کی بجائے فرعونیوں کی تقلید پر ابھارنے اور مصر میں نئے معتقدات اختیار کرنے اور پرانے اسلامی تصورات کو چھوڑنے کی ضرورت پر زور دینے والے ہیں"۔[13]

الغرض مستشرقین سرتوڑ کوشش کرتے ہیں کہ اہل اسلام کو اپنے مذہب کو گردش زمانہ کے مطابق بدلنے اور مغربی تہذیب اور افکار و نظریات اپنانے پر مائل کیا جائے اور ان لوگوں کی پیروی کی دعوت دی جائے جن کے افکار وطرز عمل سے اسلام کی حقانیت و آفاقیت متاثر ہوتی ہے۔

> ساتواں مستشرق کینتی کریک اسی تناظر میں لکھتا ہے کہ

"مسلمان وقت کے مطابق اسلامی احکام میں از خود تبدیلی کرتے رہے ہیں، جس سے ایک طرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام کوئی مستقل دین نہیں تو دوسری طرف یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ اسلام کو ضرورت کے تحت تبدیل کیا جاسکتا ہے"[14]

اس حوالے سے ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں کہ

"اہل استشراق سرتوڑ کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کے چہرے کو بدنما بنا کر دکھایا جائے۔ اسلامی ممالک کے وہ زعما اور قائدین جنھوں نے یورپ کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی یا اسلام کا مطالعہ مغربی زبانوں میں کیا، ان کے دلوں میں اسلامی قانون و تہذیب کے سرچشموں سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں اور ان کے دلوں میں اسلام کے مستقبل سے ناامیدی، حال سے بےزاری اور ماضی سے بدگمانی اس طرح پیدا کی جائے کہ ان کا سارا جوش و خروش دین کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے اور اسلامی قانون میں اصلاح و ترمیم کی مہم چلانے میں مختص ہو کر رہ جائے۔[15]

مستشرقین نے تجدد و اصلاح مذہب کے نام سے مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کے لیے جس تحریک کا آغاز کیا تھا اس کے اثرات ظاہر ہو کر رہے۔ ہر مسلم ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کا خاصا بڑا گروہ پیدا ہوا، جنھوں نے انھی کے خیالات کو بنیاد بنا کر اسلام کا مطالعہ کیا اور انھی نتائج پر پہنچے جو مستشرقین کو مطلوب تھے۔ اس گروہ کے اذہان میں اسلام کی قدر و منزلت کم ہو گئی ہے۔ یہ گروہ اپنے مذہب سے کٹ رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ اسلام میں اصلاح اور تجدد و تبدیلی سے منہ موڑا گیا، تو اسلام جدید دور کے لیے قابل عمل نہیں رہے گا۔

**جہاد اسلامی کو فساد فی الارض ثابت کرنے کی کوششیں**

مستشرقین جو زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہیں جن کی پوری تاریخ کشت و خون سے بھری ہوئی ہے۔ جنکے یہاں مظلوموں پر تشدد ان کا آبائی حق سمجھا جاتا ہے، جو نسلی تفاخر کے مرض میں اس بری طرح مبتلا ہیں کہ انکے سامنے انسانیت کی نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ کوئی وقعت اس پر مزید یہ کہ جب یہ لوگ اپنی تاریخ کو پس پشت ڈالکر اسلام کی جہاد سے متعلق تعلیمات پر انگشت نمائی کرتے ہیں تو ہر انصاف پسند شخص کو ان کی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی پر حیرت ہوتی ہے۔ یہ مستشرقین روز اول سے ہی جہاد اسلامی کے خلاف طبع آزمائی کرتے چلے آئے ہیں لیکن انکو 9/11 کے امریکی تنصیبات پر حملوں کے بعد اس موضوع پر از سر نو اعتراضات کرنے کا موقع میسر آیا اور انہوں نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی جہادی تعلیمات کو فساد فی الارض اور دہشت گردی سے منسلک کرنے کی کوششیں کیں۔ اس حوالے سے موجودہ دور کا مشہور امریکی مستشرق برنارڈ لیوس اپنی کتاب Crisis of islam کے صفحہ نمبر ۲۵ تا ۴۰ میں بڑی تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالتا ہے اور لکھتا ہے کہ

"پیغمبر اسلام صلی اللہ عیہ وسلم نے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت امت کے سپرد جو کام کیے ان میں سے ایک جہاد بھی ہے"

---

13. NadavSafran, Egypt in Search of Political Community: An analysis of the Intellectual and Political evolution of Egypt, 1804-1952 (Cambridge 85-97, 1961)

14. Kenneth Cragg, The Dome and the Rock: Jerusalem Studies in IslamHarvard University Press,(London: S.P.C.K, 1964), 135.

15. ابوالحسن علی ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین, مجلس نشریات اسلام کراچی-41-(1992)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دوسرے کاموں کا تعلق عورتوں اور غلاموں کے حقوق کی ادائیگی اور باہمی خونریزی سے پرہیز کے ساتھ تھا۔ ان کے ذکر سے دنیا کو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی انسانیت کے مظلوم اور مجبور طبقات کے ساتھ دلچسپی اور ہمدردی کا علم ہو سکتا تھالہٰذا مصنف ان کو بیان نہیں کرتا بلکہ لیوس لکھتا ہے کہ ہے کہ مکی زندگی میں جہاد سے مراد اصلاح ذات اور اصلاح معاشرہ کے لیے اخلاقی تگ ودو تھی۔ مدنی دور میں غیر مبہم طور پر جہاد عسکری جدوجہد کے ہم معنی قرار پایا۔ بعض مسلم مفسرین کا حوالہ دیتے ہوئے وہ دفاعی جہاد اور اقرامی جھاد کا ذکر بھی کرتا ہے۔ ان احادیث کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جن میں جہاد کی ترغیب دی گئیہے اور بڑی احتیاط کے ساتھ کسی ایسی حدیث کو پیش کرنے سے احتراز کیا گیا ہے جس میں جہاد سے ہر نوع کی قومی اور نسلی عصبیت کو خارج کر دیا گیا ہے۔ بڑی ہوشیاری کے ساتھ قرآن کی اس آیت جہاد کو بھی مخالف مطلب سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے جسے پڑھتے ہی کوئی بھی ذی ہوش انسان اور درد مند مسلمان یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آج کی صورت حال میں یہ حکم الٰہی کس قدر مناسب حال ہے

ومالکم لا تقاتلون في سبيل الله والمستضعفين من الرجال و النساء و الولدان الزين يقولون يا ربنا اخرجنا من هزه القرية الظالم أهلها، واجعل لنا من لدنک وليا. واجعل لنامن لدنک نصيرا [16]

ترجمہ "آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر لڑو جو کمزور پا کر دبائے گئے ہیں اور فریاد کرتے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے"

یہ آیت مبارکہ اس باب میں بالکل واضح ہے کہ جہاد کا مقصد ہوس ملک گیری نہیں اور نہ ہی جبری طور پر تبدیلی مذہب مقصود ہے۔ قرآن پاک نے لا اکراہ في الدين (دین میں جبر نہیں) کہ کر جہاد کے مقاصد کو اور بھی واضح کر دیا ہے . مصنف نے خود بھی اس آیہ مبارک کا حوالہ دیا ہے۔[17]

جہاد کا مقصر وکفر وشرک کی اس قوت وشوکت کو توڑنا ہے جس کے ساتھ کچھ عسکری قوتیں اسلام کی راہ میں معاندانہ یا مزاحمتی کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی طرح جہاد کے پورے عمل کے لیے متعین شرائط اور حدود و قیود ہیں اور یہ حدود و قیود فقہائے اسلام کی وضع کردہ ہیں۔ ان کا منبع قرآن و سنت کی تعلیمات ہیں۔ ان شرائط کو نظر انداز کرنے سے دینی جہاد صرف ایک دنیوی جنگ بن کر رہ جاتا ہے۔ لیوس ان شرائط سے بخوبی آگاہ ہے مگر ان شرائد کی اہمیت کم کرنے کیلئے انہیں جنگ کے آغاز ،جنگ کے اختتام، حالت جنگ میں مجاہد کے عمل اور جنگ کے بعد جنگ نہ کرنے والوں اور قیدیوں سے سلوک اور معاملات تک محدود سمجھتا ہے۔[18]

آگے جا کر لیوس اظہار تاسف کرتا ہے

"جہاد کا لفظ اپنا تقدس کھو بیٹھا ہے اور اب صرف عسکری معنوں (MilitaryConnotation) میں استعمال ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں کشمیر، چیچنیا، فلسطین اور دوسرے مقامات پر جو تنظیمیں جہاد کا لفظ استعمال کر رہی ہیں وہ اسے محض اخلاقی جدوجہد (Moral Striving) کے معنوں میں ہرگز استعمال نہیں کرتیں۔"[19]

مستشرقین کے ان امن و آشتی پر مبنی دوغلے پن کے اظہار خیالات پر ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ جب کسی جگہ پر مظلوم یا محکوم لوگ سالہا سال سے ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بن رہے ہوں اور دہشت گرد عالمی قوتوں کی طرف سے مظلوم اور آزادی پسند عوام کے خلاف ظالموں کو جدید ترین ہتھیار اور کثرت سے سرمایہ بھی فراہم کیا جا رہا ہو یہاں تک کہ ظالم قوتوں کے خلاف محض قرارداد مزمت کو بھی انصاف کے عالمی اداروں میں بار بار ویٹو کر دیا جائے تو ایسے بے بس عوام کے پاس آخری چارہ کا کیا رہ جاتا ہے؟ کیا کیوبا، نکاراگوا، ایلسلویڈار اور انگولا وغیرہ ممالک کو اس ترقی یافتہ دور میں اخلاق و مروت کے سبق نہیں سنائے گئے؟ کیا ویت نام کی عوام نے امریکہ کے خلاف کیا صرف اخلاقی جدوجہد پر اکتفا کیا تھا؟ کیا روسی جارحیت کے خلاف خود امریکہ نے افغان عوام کی صرف اخلاقی امداد کی تھی؟ یہ بات بجا ہے کہ جارج لیوس تو کیا دیگر مستشرقین مل کر بھی ان سوالات کے جواب کبھی نہ دے سکیں گے۔

### اسلام کے تلوار سے پھیلاؤ پر مستشرقین کا نیا دعوی

صدیوں سے مستشرقین ایک ہی راگ الاپتے رہے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا۔ ان کا یہ دعوی کئی صدیوں تک اپنے عوام کو مسلمانوں سے دور کرنے کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ اب نائن الیون کے بعد ان خودکش حملوں نے مغرب میں خوف وہراس کی ایک فضا قائم کر دی ہے۔ مسلمان عوام کے خلاف غیر ملکی جارح

---

[16]۔ (النساء:۷۵)

[17]. The Crisis of Islam P-37-39(Bernard Lewis)

[18]۔ (ایضاص۲۸)

[19]۔ (ایضاص۳۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

افواج ہر جگہ بے شمار نفسیاتی مسائل سے دوچار ہیں۔ اب عالم اسلام کو یہ سبق پڑھایا جارہا ہے کہ اسلام خودکش حملوں کے ذریعے نہیں بلکہ ایک ایسے مقدس جہاد کے ذریعے پھیلا ہے جس کی مخصوص شرائط اور طے شدہ اصول و قواعد ہیں۔ برنارڈلیوس پورے یقین کے ساتھ کہتا ہے

"اسلام کے بنیادی ماخز میں کہیں دہشت گردی اور قتل عام کا حکم نہیں دیا گیا جہاں تک مجھے علم ہے کہ کسی بھی جگہ اسلام میں جنگ سے غیر متعلق راہ چلتے لوگوں کے اندھادھند قتل عام کی بات نہیں کی گئی"[20]

خودکش بمباروں سے مصنف اس قدر پریشان ہے کہ وہ خودکشی کے خلاف بہت سی احادیث کا حوالہ دینے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ ان احادیث میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو شخص جس طریقے سے بھی اپنے آپ کو قتل کرے گا بروز قیامت اسے اسی طریقے سے سزا دی جائے گی۔ ایک حدیث قدسی بھی نقل کی گئی ہے جس کے مطابق جہاد کرتے ہوئے ایک شدید زخمی شخص کے لیے تکلیف ناقابل برداشت ہوئی اور اس نے خود اپنی زندگی کا خاتمہ کرڈالا۔ اللہ تعالی کے ہاں وہ شدید غضب کا مستحق ٹھہرا۔ اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا جس نے خودکشی کی تھی۔ اس ساری بحث سے مصنف یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ خودکش حملے انسانیت اور تہذیب کے خلاف ہی جرائم کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی ان کا شمار توہین اسلام کے زمرے میں آتا ہے کہ ایسے لوگ یہ جرائم اللہ، رسول اور اسلامی تعلیمات کے نام پر کرتے ہیں مصنف نے اس لیے اپنی کتاب کا ایک ذیلی عنوان Holy war and unholy terrorist رکھا ہے۔

خودکشی کے بارے میں لیوس کے ان خیالات سے کسی قسم کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے یہاں اگر کوئی صاحب لیوس سے یورپی استعمار اور امریکی سامراج کے انسانیت اور تہذیب کے خلاف جرائم سے متعلق سے کچھ پوچھنا چاہے تو یہ ان کی سادہ لوحی ہوگی اور لیوس جواب دینے سے قاصر رہے گا۔ لیوس ایسی باتوں میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا شاید انہیں جرائم ہی نہیں سمجھتا۔ اس کے مخاطب صرف مسلمان ہیں۔ اسلام کے تصور جہاد پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے اسلامی جہاد او صلیبی جنگوں کا ایک دلچسپ مگر غیر حقیقی موازنہ بھی پیش کیا ہے۔ لیوس لکھتا ہے:

" اسلام اور عیسائیت کی طویل کشمکش کے دوران صلیبی جنگوں کا کردار بہت بعد میں اور وہ بھی ایک محدود عرصے کے لیے شامل ہوا جبکہ اسلامی تاریخ میں جہاد شروع سے ہی موجود ہے۔ اسے قرآن، سیرت (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے کردار میں دیکھا جاسکتا ہے۔ عیسائی دنیا میں اب یہ لفظ اپنے ابتدائی مفہوم کے بجائے کسی بھی بہتر مقصد کے حق میں چلائی جانے والی اخلاقی مہم کے معنوں میں مستعمل ہے۔ انسان اپنے ماحول کی بہتری، صاف پانی کے حصول، بہتر سماجی خدمات، عورتوں کے حقوق اور ایک وسیع تر دائرے میں صلیبی جنگ (Crusade) لڑسکتا ہے۔ لفظ جہاد مختلف مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے لیکن صلیبی جنگ کے برعکس اب اس کا ابتدائی مفہوم ہی باقی رہ گیا ہے"[21]

لیوس کے ان دونوں جھوٹے دعووں میں دو بڑے فکری مغالطوں (Fallacies) سے کام لیا گیا ہے۔

☆ ایک تو یہ کہ افغانستان پر حملہ کرتے وقت خود سابقہ صدر امریکہ جارج بش نے لفظ Crusade استعمال کیا تھا۔ بعد میں بعض مسلمان ممالک میں امریکہ کے اتحادی حکمرانوں کو عوامی غیظ وغضب سے بچانے کے لیے یہ لفظ واپس لے لیا گیا۔ البتہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں مذہبی اصطلاحات سے پورا کام لیا گیا۔ مخالف ملکوں کو "بدی کے محور" اور "بدمعاش ریاستیں" (Rogue states) قرار دینا اس جنگ کو مذہبی رنگ دینا نہیں تو اور کیا تھا۔ کانسٹائن کی طرح خود سابق صدر امریکہ نے اپنی ایک "اندرونی آواز" (Inner Voice) کا بتلایا تھا جو دہشت گردی کے خلاف مقدس مشن کے لیے انھیں ابھارتی رہتی تھی۔

☆ دوسرا مغالطہ جہاد کے بارے میں لیوس کا تجاہل عارفانہ ہے۔ جہاد ایک جامع اصطلاح ہے۔ اس میں جنگ کے علاوہ دوسری سماجی خدمات بھی پہلے دن سے شامل ہیں۔ اس لیے دشمن کے خلاف باقاعدہ جنگ کے لیے "قتال" کا لفظ قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہر قتال تو جہاد ہے لیکن ہر جہاد قتال نہیں ہے۔ رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کی روشنی میں آغاز سے ہی جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کی اصطلاحات رائج رہی ہیں۔ اس بات پر اتفاق موجود ہے کہ اعلائے کلمتہ اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ جو بھی، سیاسی، اخلاقی یا معاشی جدوجہد کی جائے وہی جہاد ہے۔ برنارڈلیوس کو اس بات پر بہت تشویش ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی مسلمان عوام پر دین وایمان کی گرفت بہت گہری ہے۔ ماضی قریب کی تاریخ سے مثالیں پیش کرتے ہوئے وہ صاف اقرار کرتا ہے کہ:

---

20. (۲۹ایضا)

21. (ایضا ص ۳۲)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"انیسویں صدی کے نصف اول میں جب یورپی طاقتیں عالم اسلام کے بہتیرے علاقوں میں پیش قدمی کر رہی تھیں تو ان کے راستے میں سب سے بڑی مزاحمت واضح طور پر ان کا مذہبی جذبہ ہی تھا۔ فرانسیسیوں کو الجزائر میں، روس کو قازقستان میں اور انگریزوں کو ہندوستان میں جن بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ مذہبی نوعیت کی تھیں جن پر وہ (طاقتیں) بڑی طویل اور شدید جنگوں کے بعد قابو پانے میں کامیاب ہوئیں۔"[22]

اس تجزیے میں نہ تو حالیہ تاریخ میں روس کے خلاف افغان عوام کی کامیاب دینی جدوجہد کا ذکر کیا گیا ہے اور نہ روسی انخلا کے بعد خود امریکی اور نیٹو افواج کے خلاف افغان عوام کی طویل اور مسلسل جدوجہد کا عکس نظر آتا ہے جس کے پیچھے بھی مضبوط ترمذہبی جذبہ ہی کارفرما ہے۔ درحقیقت لیوس کا بین السطور پیغام یہ ہے کہ عالم اسلام میں مذہب کے خلاف جدیدیت پسندوں (Modernists) کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ بقول اس کے سوائے ترکی کے عالم اسلا مکے جدیدیت پسند ہر جگہ ناکام ہو رہے ہیں۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ کے مقتدر حلقوں میں لیوس کی اس سوچ کو پذیرائی مل رہی ہے کہ اسلام کے خلاف براہ راست جنگ خطرناک ہوگی اور تہذیبوں کے تصادم کے ساتھ ساتھ اب گویا (اسلامی) تہذیب کے اندر تصادم (Clash within Civilisation) کی بات بھی ہونی چاہیے۔ اس باب میں راہنمائی کے لیے لیوس کے ہاں اسلا مکی مختلف تعبیریں ہیں یعنی روایتی اسلام (dogmatic)، ماڈرن یا سیکولر اسلام (Modern)، صوفیانہ اسلام (mystic) اور جہادی یا وہابی اسلام کی اصطلاحیں عام ملتی ہیں۔ اس کے نزدیک جہادی اسلام کے خلاف بقیہ ٹائپ کے مسلمانوں کو صف آرا کرنا ایک بہترین حکمت عملی ہو سکتی ہے۔ یوں اس امر کی ایک اور نمائندہ مثال ہے کہ استعمار اور استشراق عام طور پر قدم سے قدم ملا کر چلتے ہیں۔ قاہرہ کے Elite Studies Centre کے سربراہ احمد فودہ لکھتے ہیں:

"۸۰ کی دہائی کے آغاز میں امریکی وزارت وقاع پنٹاگان نے معروف صیہونی دانشور برنارڈ لیوس کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کی عالم اسلام کو مزید ٹکڑے کرنے کے لیے وہ ایک جامع منصوبہ پیش کرے۔ اس نے ایک ایسا مسودہ تیار کیا جسے امریکی کانگریس نے ۱۹۸۳ء میں اپنے ایک خفیہ اجلاس کے دوران منظور کیا اور اسی وقت سے اس پر عمل درآمد شروع ہے۔[23]

اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عراق پر امریکی جارحیت کے پیچھے جو دماغ کام کر رہے تھے ان میں لیوس بھی شامل رہا ہے۔ اس کا نظریہ تھا کہ عراق کو زیروزبر کرنے کے بعد پورا مشرق وسطی جدیدیت کی راہ پر چل پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علمی حلقوں میں لیوس کی شہرت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ ایڈورڈ سعید نے تو اسے تحریک استشراق کا فیض یافتہ (Beneficiary) کہا تھا لیکن جب سابق صدر امریکہ جارج بش نے اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے اسے "" National Humanities Medal دیا تو امریکی آئی کمیٹی نے لیوس کو تنخواہ دار ملازم ""Mercenary کے لقب سے پکارا اور اس اقدام کو اعزاز کی توہین قرار دیا۔ امریکی مؤرخ جوئیل بینین (Joel Beinin) نے صاف کہا کہ برنارڈ لیوس شمالی امریکہ میں صہیونیت (Zionism) کا سب سے مضبوط اور پڑھا لکھا وکیل ہے۔

لیوس کے بارے میں امریکہ کے مقتدر حلقوں اور وہاں کے خالص علمی حلقوں کی متضاد سوچ کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ اس کا پھیلایا ہوا پروپیگنڈا بدستور اپنا کام کر رہا ہے۔ عالم اسلام میں چار مکاتب فکر کی اس نے نشاندہی کی، امریکی حکومت کی سرپرستی میں شائع ہونے والی مشہور رپورٹ Building Moderate Muslim Networks میں اس کی روح پوری طرح بول رہی ہے۔ ۲۰۰۹ء میں شائع ہونے والی اس رپورٹ میں بھی مسلمانوں کو سیکولر و لبرل مسلمان، معتدل مسلمان، روایتی اور تصوف کے قائل مسلمان اور وہابی، جہادی یا انتہا پسند مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق عالم اسلام میں انتہا پسند مسلمانوں کے خلاف مغرب کے پروردہ ماڈرن یا ماڈریٹ مسلمانوں کی سرکردگی میں باقی مسلمانوں کا وسیع تر اتحاد وقت کی اصل ضرورت ہے۔

رپورٹ میں یہ دلچسپ انتباہ بھی کیا گیا ہے کہ ماضی میں ہم جن افراد اور انجمنوں کو معتدل سمجھ کر ان کی سرپرستی کرتے رہے ہیں، وہ بھی بالآخر نیم معتدل (Pseudo Moderate) نکلے۔

ڈنمارک میں شائع ہونے والے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں توہین آمیز کارٹونوں کے خلاف جو شدید احتجاج ہوا اور جس نے بڑھتے بڑھتے ایک بین الاقوامی طوفان کی شکل اختیار کر لی اس کے پیچھے ڈنمارک کی مساجد کے وہ امام ہی تھے جن کو یہاں اعتدال پسند سمجھا جاتا تھا اور اس حیثیت سے وہ بہت ساری سرکاری مراعات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔[24]

---

22. (ایضاص ۱۲۷)

23. ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ ۲۰۱۴.(اخبار امت از عبدالغفار عزیز

24. (Building Moderate Muslim Networks for you Rand-Centre for Middle East Public Policy)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ایک سادہ سی بات جو اس رپورٹ کے مرتبین اور خود برنارڈلیوس نہیں سمجھ پائے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مذکورہ گروہوں کے ساز تو مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ان کا نغمہ ایک ہی ہے اور وہ عقیدہ توحید اور حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں بھی مسلمان عوام کو اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کا موقع ملا تو انھوں نے بے جان مذہبیت کے ساتھ نام نہاد ترقی پسندی کو بھی مسترد کر دیا۔

برنارڈلیوس جدید ترکی کو تمام مسلمان ممالک کے لیے رول ماڈل کے طور پر دیکھتا ہے وہ اس بات پر پھولے نہیں سماتا کہ ترکی کے مصطفےٰ کمال پاشا نے خلافت کی قبا چاک کی تو اس اقدام سے امت کے سیاسی تصور اور اس کے تاریخی تسلسل کا بھی خاتمہ ہو گیا اور یہی (آفاقی) امت آگے چل کر بہت سی جدید ریاستوں میں بٹ گئی۔[25]

مستشرقین کی لاکھ کوششوں کے باوجود آج پھر ترکی اپنی اسلامی اقدار کی بحالی کی جانب گامزن ہے ۔ افغانستان میں امریکہ دس سال میں اربوں ڈالر کا اسلحہ استعمال کرنے کے باوجود رات کے اندھیرے میں افغانستان سے بھاگ چکا ہے اور مسلسل مستشرقین اور استعماری قوتوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

**ترغیب تجدد**

تحریک استشراق کا ایک جدید پہلو مسلمانوں کو تجدد و مغربیت اختیار کرنے کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اس چیز کے بھی واضح شواہد موجود ہیں کہ مستشرقین کی طرف سے مسلمانوں کو تبدیلی مذہب کی بجائے خود اپنے مذہب کے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ اس کام کے لیے باقاعدہ طور پر ایک سوچی سمجھی تحریک برپا کی گئی جس کے تحت مستشرقین و مبشرین کو اس پر ابھارا گیا اور اس سلسلے میں کام کی دعوت دی گئی۔

مثلاً سیموئل زویمر (Samuel MarinusZwemer، 1867-1952ء) کہتا ہے کہ:

"ہم نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کثیر وقت اور سرمایہ صرف کیا بے شمار کتابیں تصنیف کیں لیکن ہمیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسلام سے صرف انھی لوگوں نے رابطہ توڑ کر مسیحیت اختیار کی جن کی اپنے نئے دین سے محبت خواہشات کی بنیاد پر تھی۔ تاہم اس ناکامی پر عیسائی مبشرین کو مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ تمھارے لیے یہی کافی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی عقیدے کو متزلزل کر دو۔ اگر تم ان کو اسلام سے متعلق متذبذب بنانے میں کامیاب ہو گئے تو بھی تمھاری کامیابی ہے، خواہ مسلمان عیسائیت میں داخل نہ ہوں۔"[26]

موجودہ دور کے مستشرقین اور مبشرین یہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو بدلنے کی بجائے انھیں تجدد و مغربیت اور اصلاح مذہب کی دعوت دی جائے اپنے بنیادی عقائد و نظریات سے متعلق تردد میں ڈالا جائے اور شکوک و شبہات ان کے زہنوں میں پروان چڑھائے جائیں۔ اس تناظر میں اہل مغرب اور مستشرقین کی کاوشوں سے متعلق مریم جمیلہ (1934 تا 2012) رقم طراز ہیں

Since the second world war, the Orientalists and missionaries have shifted their efforts from trying to change individual Muslims and convert them to their views to changing Islam itself through providing it with a totally different interpretation and launching an organised movement for its reconstruction from within.[27]

ترجمہ "دوسری جنگ عظیم سے مستشرقین اور مشنریوں نے اپنی توجہ مسلمانوں کو بدلنے کی بجائے خود اسلام کو بدلنے پر مرکوز کی۔ انھوں نے مسلمانوں ہی کو اسلام کی ایک بالکل نئی تعبیر کرنے اور اسے از سرنو ترتیب دینے پر آمادہ کرنے کی غرض سے ایک تحریک شروع کر دی"۔

1913ء میں لکھنؤ میں منعقد ہونے والی تبشیری کانفرنس کا فیصلہ بھی مسلمانوں کو بدلنے کی استشراقی و تبشیری کوششوں سے متعلق اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے۔ اس فیصلے میں قرار دیا گیا تھا کہ

"مسلمانوں کے انداز فکر و نظر کو مغربی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جائے۔ مغربی زبانوں کی ترویج کی جائے تاکہ مسلمان مغربی ادب و تہذیب سے واقفیت حاصل کر کے اس کی طرف مائل ہوں۔ تبشیری کام کرنے والے افراد اسلامی فکر کو ختم کرنے کے لیے کام کریں۔ مسلمان اب مسیحیت تو اختیار نہ کریں گے انہیں اسلامی تہذیب و

---

25. Modern Turkey---Oxford University Press. (1961)

26. محمد الدھان، قوی الشر المتحالفہ وموقفھا من الاسلام والمسلمین (القاہرہ: دارالوفا للطباعۃ والنشر المنصورہ، ب ت، صفحہ 136

27. Maryam Jamīla, Islam and Orientalism (Lahore: Sant Nagar, 1971XXIII P195)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اقدار سے دور کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں ان کے اندر موجود روح دین و مذہب کا خاتمہ ہو جائے گا، جس کا بحال ہونا ناممکن ہو گا۔ حصول مقصد کے لیے ضروری ہے کہ تبشیری سکولوں کی تعداد بڑھائی جائے اور مغربی تعلیم کو مغربی زبانوں اور انداز فکر و نظر کے ساتھ مسلمانوں میں فروغ دیا جائے، یہاں تک کہ ان کے مدارس اور رسائل و اخبار مغربی انداز فکر و نظر کے حامل ہو جائیں"[28]

مستشرقین اہل اسلام کو تجدد، مغربیت اور اصلاح مذہب کی دعوت دیتے اور انھیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی فلاح و ترقی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ وہ جدید مغربی تہذیب اپنائیں اور اپنے مذہب کو نئے حالات کے مطابق ڈھالیں۔ ان کے نزدیک مسلم معاشروں میں اٹھنے والی ایسی تحریکیں اور اشخاص حوصلہ افزائی اور تعریف و ستائش کے مستحق ہیں، جو اسلام کو مغربی تصورات کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض یونیورسٹیوں کے ذمہ باقاعدہ طور پر ایسے اسلامسٹ تیار کرنے کا کام لگایا گیا ہے، جو اسلام سے متعلق جدید افکار کے حوالے سے سمجھوتے کیو کو شش کریں۔[29]

**ترغیب تجدد کا عالم اسلام پر اثر و نفوذ**

مستشرقین نے اسلام کو بجائے خود یا بحیثیت دین تو نقصان پہنچایا ہی ہے لیکن اس حقیقت کا اظہار بھی بہت ضروری ہے کہ استشراقی فکر نے مسلمعاشروں میں مسلم زعما اور ارباب حکومت و اقتدار اور مسلم علما و اہل فکر و نظر پر خاصا اثر ڈالا ہے۔ اس بابت ڈاکٹر شہباز منج صاحب اپنی کتاب میں استشراقی فکر و مساعی کے اہلیان اسلام پر اثر و نفوذ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"مستشرقین کو مسلمانوں میں تجدد و اصلاح مذہب کی تحریک چلانے، اسلام سے متعلق تشکیکی مواد فراہم کرنے اور اسلامی تہذیب و تاریخ اور اقدار و شخصیات کی تحقیر کی حکمت عملی سے جو مقاصد مطلوب تھے، وہ ان میں ایک حد تک کامیاب رہے۔ عالم اسلام میں اصلاح و ترقی کے نام پر تجدد و مغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے، ان کے افکار و تصورات پر مستشرقین کی چھاپ واضح دکھائی دیتی ہے۔ ان استشراقیت زدہ مسلمانوں میں اہل اقتدار، مسلم زعما اور طبقہ امرا تو اکثر و بیشتر شامل ہے ہی، مسلم سکالرز اور دانش وروں کی بھی ایک بڑی تعداد اس مرض کی مریض ہے۔"[30]

عالم اسلام میں جہاں تک اہل قوت و اقتدار کا تعلق ہے، تو وہ بقول مریم جمیلہ، اکثر و بیشتر اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ اصلی اسلام کی بجائے مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کا لندن اور امریکا میں تیار کردہ اسلام کا ایک لبرل، ترقی پسند اور جدید ایڈیشن پیش کیا جائے۔ مریم جمیلہ کے الفاظ ہیں:

Those in power , both in the East and the West, aretrying to destroy the genuine Islam by substituting a "counterfeit" “modern”“liberal” and “progressive"."Version manufactured by the orientalists and Christian missionaries in London and New York. The same gimmicks adopted by the church and attract the fun-oriented new synagogue to generation are now bieng copied in some
Muslim circles, supported by strong vested interests.[31]

ترجمہ "مشرق و مغرب میں جو بھی صاحب قوت و اختیار ہیں، اصلی اسلام کو تباہ کر کے اسلام کا مستشرقین اور عیسائی مشنریز کے ذریعے لندن اور امریکا میں تیار کردہ جدید، لبرل اور ترقی پسند جعلی و نقلی ایڈیشن پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہی سٹنٹ اور فریب جو چرچ اور سینگال نے موج مستی اور رنگینی کی دلدادہ نئی نسل کو متوجہ کرنے کے لیے اختیار کیے تھے، بعض نام نہاد مسلم حلقوں میں مخصوص مفادات کے تحت کاپی کیے جا رہے ہیں"۔

چناں چہ مسلم معاشروں میں مغربی طرز فکر پر اصلاح و ترقی کے خواہاں زعما اور حکمرانوں نے انمعاشروں کو مغربی رنگ میں رنگنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ تقریباً تمام مسلم قیادت تجدد اور مغربیت کو ہی کامیابی کیلئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ حکمران طبقہ اور طبقہ امراء کے ساتھ ساتھ بہت سے سکالرز اور دانشور بھی مغرب کی نقالی میں حکمران طبقے سے جوہری اعتبار سے کچھ زیادہ مختلف الخیال نہیں ہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے بھی مسلمانوں کی ترقی و کامرانی تجدد و مغربیت ہی میں پنہاں ہے۔

---

28- محمد الدہان، قوی الشر المتحالفہ و موقفہا من الاسلام والمسلمین 97

29- Imran, Distortions about Islam in the West

30- فکر استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ ص 179

31. Maryam Jamila, Islam and Modernism (Lahore: Muhammad Yūsuf) 1977.239 ,(Khan

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

### ناکامی تحریک تجدد

مستشرقین کے مسلمانوں کو تجدد پسند بنانے کی یہ تحریک اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مسلم معاشروں میں دوست بنانے میں کامیابی حاصل نہیں کر سکی ۔اس کو فقط ایک محدود طبقے میں کامیابی ملی،اور وہ بھی اس وجہ سے نہیں کہ اہلتجددنے بڑے شرح صدر کے ساتھ اسے قبول کر لیا تھا،بلکہ اس وجہ سے کہ ان میں سے بہتسے لوگ اپنے مغرب اور مغربی مطالعات سے فوری تاثر کی بناپر یہ سمجھے تھے کہ موجودہ حالاتکے تناظر میں یہ ایک زور دار لہر ہے،جس کے آگے بند باندھنے کی ضروت ہے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو الحادودہریت کے خطرے سے بچایا جائے۔گویا اکثر تجدد پسندوں نے استشراقیتحقیقات اور مغربی علم وسائنس کے مظاہر کا مقابلہ کرنے کے لیے بہ امر مجبوری اس کو اختیار کیا بلکہ وہ خود بھی اس سے کوئی زیادہ مطمئن نہ تھے،اور نہ ہی اسے اسلامی حقیقی تعبیر خیال کرتے تھے۔اس بات کا حقیقت ہونا ان تاثرات اور تاویلات سے عیاںہے،جو اہل تجدد کے ہاں ان کی مذہبی تعبیرات اور اس کے جواز کے حق میں دلائل سے سامنے آئی ہیں۔مثلاً مفتی عبدہ اپنی اکثروبیشتر تاویلات میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہروایتی تعبیر بھی اختیار کی جاسکتی ہے اور جدید علم وسائنس کے تناظر میں اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق تعبیر میں انھوں نے موقف اختیار کیا تھا کہ اس سے ہر نسل کا الگ مورث اعلی بھی مراد ہو سکتا ہے اور اگر کوئی روایتی تعبیر کے مطابق ایک ہی شخص کو سب بنی نوع انسان کا باپ سمجھتا ہے تو وہ بھی اس کے لحاظ سے درست ہے۔اور سر سید کا یہاقرار منقول ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر لکھی بھی ان لوگوں کے لیے تھی جو جدید مغربی علمو نظریات سے متاثر تھے،اور ان کے اسلام سے بھاگ جانے کا اندیشہ تھا۔ایم ایس بلجن نے شیخ طنطاوی کی تفسیری تجدد پسندی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہنے کے بعد کہ یہ متن کی صحیح ترجمانی نہیں اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ ان کے زمانے کے حالات کو دیکھیں تو ان کی اس تعبیر کا جواز نظر آتا ہے،یعنی انھوں نے بہ امر مجبوری اسے اختیار کیا اس لیے قابل ملامت نہیں۔بلجن کے یہ الفاظ ہیں:

It is obvious that such a treatment of the Holy text has nothing to do with true interpretation. But when we are blaming the commentator for it, we must, to fair, not lose sight of the fact that in his days the Egyptian were getting information about WesternKnowledge for the first time on a wider scale. In that situation the best chances of its introduction were to be expected, if a connection could be made with the sacred Scripture, so that people might become less suspicious of it.[32]

ترجمہ "یہ بات عیاں ہے کہ قرآن پاک کی ایسی تعبیر کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں،لیکن مفسر کو اس پر ملامت کرتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ان کے زمانے میں اہل مصر مغربی علم سے متعلق پہلی دفعہ وسیع پیمانے پر واقفیت حاصل کر رہے تھے۔ان حالات میں اس کے تعارف کی بہترین صورت یہی ہو سکتی تھی کہ اس علم کا تعلق قرآن پاک سے بنایا جائے تاکہ لوگ کم سے کم شک کا شکار ہوں"۔

مستشرقین نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کو دین سے کسی صورت دور نہ کیا جاسکتا ہے تو جدید دور کے ساتھ رواں دواں رہنے کا بہانہ بنا کر انہیں تجدد کی طرف توجہ مبذول کرنے پر زور دیا جو کہ دراصل دین سے دور کرنے ہی کی ایک کوشش تھی جو کہ کارگر نہ ہو سکی۔مستشرقین کی تجدد پر محدود ناکامی کے حوالے سے جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد شہباز منج صاحب یوں رقم طراز ہیں

"تجدد کی محدود کامیابی کا مطلب فی الاصل اس کی ناکامی ہے۔اس ناکامی کی بنیادی وجہ تجدد و مغربیت کا آخرت کی نسبت دنیوی ومادی ترقی پر زور اور اسے غیر معمولی اہمیت دینا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی یاد اور دنیا کی بے ثباتی،اسکافانی ہونا اور اسکی ناپائیداری پر توجہ آدمی کو سب سے بڑھ کر صوفی اور اس سے کم عام راسخ العقیدہ اور خدارسیدہ قسم کا انسان بناتی ہے ایک تجدد پسند ہرگز نہیں۔ماڈرنزم خود کو رنگین زندگی کی طرف لے جاتی ہے یا خود کے لیے یا اوروں کے لیے اس کو آسان تر بنانے کے طریقے تجویز کرتی ہے۔درج ذیل تجدد پسند اہل فکر یعنی سر سید احمد خان،محمد عبدہ،رشید رضا،جب تصوف اور راسخ العقیدگی کے دور میں تھے خود ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے،ان پر نیکی وورع کا غلبہ تھا اور وہ دنیوی چیزوں کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے -نہ صرف دنیوی حرص وطمع سے خود دور ونفور تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے لیکن جونہی ان کی زندگی میں دنیوی اور مادی ترقی کی اہمیت داخل ہوئی انھوں نے لوگوں کو اس کی اہمیت اور اس کے حصول پر توجہ دینے کی دعوت دینا شروع کر دی۔اسلام بلاشبہ دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس کا زور آخرت پر ہے وہ اس دنیا کو کھیل تماشا متاع قلیل اور دھوکے کا

[32]. Baljon, Modern Muslim Koran interpretation, 6.

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

سامان قرار دیتا اور دنیا کے بجائے اخروی کامیابی کے حصول کی طرف متوجہ کرتا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اس کی مطلوب زندگی اور طرز عمل وہی ہے جس میں موخر الذکر طریق کی جھلک ہو، اور یہ جھلک صحیح تصوف اور راسخ العقیدگی سے پیدا ہوتی ہے۔ہاں اس میں بھی غلو قابل مذمت ہی ہے۔لہذا عوام الناس میں مذہبی حوالے سے مقبولیت دنیوی ترقی وخوشحالی کی دعوت دینے والے کی بجائے اس کی ہوتی ہے، جو اس کی بے حیثیتی کو واضح کرتا اور اخروی کامیابی کی کوشش پر ابھارتا ہے۔اس میں شک نہیں کے عوام الناس خود اکثر و بیشتر مادی ترقی وخوشحالی کی کوشش میں بڑے منہمک ہوتے ہیں، لیکن اہل مذہب میں سے وہ انھی لوگوں کو پسند کرتے ہیں، جو مادیت کی بجائے روحانیت کو اپناتے اور اس کا درس دیتے ہیں۔آخرت کا دھیان آدمی میں خدا خوفی، عجز وانکسار اور نیکی وتقوی کے خصائص پیدا کرتا ہے، جب کہ دنیا اور اس کی ترقی وخوشحالی میں انہماک ان اخلاقی خوبیوں کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔بہ الفاظ دیگر ایک راسخ العقیدہ مسلمان ایک تجددپسند مسلمان کی نسبت اسلامی اخلاقیات پر زیادہ عامل ہوتا ہے"[33]

تجددپسندی دراصل مستشرقین کی جانب سے مسلم اقوام کی تہذیب کو مغربی تہذیب میں ضم کرنے کی ایک کوشش تھی جو چاروناچار ناکامی پر منتج ہوئی۔اس حوالے سے ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تجدد و مغربیت کی اشاعت و فروغ میں ایک بنیادی مسئلہ اس کی اخلاقیات کی کمزوری ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس کمزوری کا ذکر کرتے اور مغربیت کے علم برداروں کو اس کے خاتمے کی کوشش پر متوجہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ اس مقصد کے لیے جس نوع کے کام کی ضرورت تھی تجدد اس میں ناکام رہا اور روایت پسندی مضبوط ہوئی۔

The basic trouble with Westernism was its lack ofmorale and ethic which alone could give it strength- Only some form of effectiveModernism could giveit the required morale and ethic and upon confer root it in the new soil... This effective Modernism is failed to develop ...strengthen offundamentalism was the weakness of Westernism itself.[34]

ترجمہ "مغربیت کے ساتھ بنیادی مسئلہاس کے مورال اور اخلاقیات کی کمزوری ہے اور یہی ایسی چیز تھی جو اسے قوت پہنچاسکتی تھی۔صرف موثر ماڈرن ازم ہی اس مطلوبہ مورال اور اخلاقیات کو یقینی بناسکتی اور نئی سرزمین میں اس کی تخم ریزی کرسکتی تھی۔۔۔یہ موثر ماڈرنزم پنپنے میں ناکام رہی۔۔۔روایت پسندی کی مضبوطی بذاتہ مغربیت کی کمزوری تھی۔"

**اہل تجدد کی تحقیقات کا حقیقی نہ ہونا**

تجددپسند افراد تجددپسندی کو اس دعوے کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ یہ نئے زمانے کی ضرورتوں کے عین مطابق اور حقیقت پر مبنی تحقیقات کا نچوڑ ہے جبکہ درحقیقت تجددپسندوں کا کام بھی حقیقی نہیں، اس لیے کہ ان کے نتائج فکر کم و بیش وہی ہیں، جو مستشرقین پیش کرتے آرہے ہیں۔نیز متاخر تجدد پسند جینوئن ریسرچ کے بڑے بڑے دعووں کے باوجود سرسید، عبدہ، طہ حسین وغیرہ سے کچھ بہت مختلف تحقیقات پیش کرنے میں کامیاب نہ ہوئے ہیں۔۔اس طرح وہ بھی مقلد ہی قرار پاتے ہیں۔اگر گولڈ زیہر، سرسید، مفتی عبدہ کے نظریات کی ہم نوائی ہی جدید تجددپسندوں کی ہائر کریٹیسزم (Higher Criticism) کے نتائج ہیں تو پھر ان کی کریٹیسزم ہائر کیوں نہیں جو ابوحنیفہ، امام غزالی اور ابن تیمیہ کے تتبع میں آگے بڑھتے ہیں۔مغربی فکر وتہذیب سے موافقت اختیار کرنے والوں کا کام اور بجنل اور تحقیقی سے زیادہ اس فکر وتہذیب کو راہ دینے اور برداشت کا ماحول پیدا کرنے والا دکھائی دیتا ہے۔

کینٹویل سمتھ اس حقیقت کے بارے میں لکھتے ہیں:

In many instances the harmonising was permissiverather than creative. It allowed a person to be both aMuslim and westernised liberal without conflict ;but also without generating a new synthesis thatmight incite to constructive new dreams and newadventures.[35]

---

33۔ فکر استشراق اور عالم اسلام میں اسکا اثرونفوذ از ڈاکٹر محمد شہباز منج ص 29-295)

34. Fazlur-r-Rahmān, Islam, 222-223

35. Smith, Islam in Modern History, 58.

Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

ترجمہ "بہت سی صورتوں میں توافق کی کوشش تخلیقی کی بجائے اجازت وبرداشت کا پہلو لیے ہوئے ہوتی ہے۔ یہ آدمی کو بغیر کسی تصادم کے مسلمان اور مغرب پسند لبرل رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا کام نہیں کرتی جو نئے خواب دکھانے اور تعمیر و تخلیق کی نئی منزلوں کو لے جانے والا ہو"

موجودہ اہل تجدد کے ہاں متقدم اہل تجدد کی تحقیقات ہی کا مصدر ومنبع ہونا اظہر من الشمس ہے۔ سر سید احمد خان اور مفتی محمد عبدہ کے بعد آنے والے اہل تجدد انھی دو شخصیات کے خوشہ چیں ہیں۔ اہل عرب میں مفتی عبدہ کے بعد آنے والے اہل تجدد کا مفتی عبدہ سے اخذ واکتساب کے بارے میں میلکم ایچ کر(Malcolm H. Kerr)یوں بیان کرتے ہیں:

It needs to be recognised that his ideas provided a better basis for apologetics and polemics than for social reform and cultural rebirth.[36]

ترجمہ "ماننا چاہیے کہ عبدہ کے نظریات نے معاشرت وثقافت کی بہتری اور اصلاح کی نسبت معذرت خواہوں کے لیے بہتر بنیادیں فراہم کیں۔"

ڈاکٹر فضل الرحمن کی کتاب "اسلام" کے جائزے میں مریم جمیلہ نے ڈاکٹر صاحب کے نتائج فکر کے اور یجنل ہونے کی تردید اور ان کے اہل استشراق و تجدد کے نتائج فکر سے مماثل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے زیر بحث نکتے کو خوب نمایاں کیا ہے۔ ان کے الفاظ دلچسپ اور قابل ملاحظہ ہیں:

Even by his own standards of scholarship, DrFazlur-r-Rahmān has failed to accomplish his avowed purpose. His chapter on the Holy Quran isavowedlargely the anti-supernaturalism of Sir SayyidAhmad Khan. His discussion about hadīth and thedevelopment of Sharia are virtually identical toSchacht's theories. His analysis of Islamic historydown to modern times is taken directly from H.A.RGibb, His modernist apologetics are the same ascontained in Amir Ali's Spirit of Islam and hisprojection of Islam into the present and future is different from Smith's Islam in Modern History... if
a scholar of the caliber of Dr. Fazlur-r-Rahmān... is so utterly incapable of producing any work ofthe slightest originality, creativity and independentthinking, what can be expected of his less intelligent follower.[37]

ترجمہ "علم و تحقیق کے اپنے معیار کے مطابق بھی ڈاکٹر فضل الرحمن اپنے ہی بیان کردہ مقصد (اجتھاد اور آزادانہ بحث و تحقیق) کے حصول میں ناکام ہوئے ہیں۔ قرآن پاک پر آپ کا باب اکثر وبیشتر مافوق الفطرت کی اسی نوع کی مخالفت ہے، جیسی سر سید احمد خاں کے یہاں ملتی ہے۔ حدیث اور شریعت کے ارتقا سے متعلق آپ کی بحث شاخت کے نظریات سے مماثل ہے۔ عصر حاضر تک کی اسلامی تاریخ پر براہ راست ایچ اے آر گب سے ماخوذ ہے۔ آپ کی جدید عذر خواہیاں ویسی ہی ہیں، جیسی سید امیر علی کی "سپرٹ آف اسلام" میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام کے حال اور مستقبل سے متعلق آپ کے تجزیے سمتھ کی "اسلام ان ماڈرن ہسٹری" سے مختلف نہیں ہیں۔ اگر ڈاکٹر فضل الرحمن جیسی اہمیت کا حامل شخص بھی ذرا اور یجنل تخلیقی اور آزادی فکر وخیال پر مبنی کام پیش کرنے کے قابل نہیں تو اس سے کم ذہین متبعین سے کیا توقع کی جا سکتی"۔

تجدد انسان کو استشراقی و مغربی افکار سے زیادہ سے زیادہ توافق کی راہ دکھاتا اور رفتہ رفتہ مزہب کی حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے۔ تجدد کی حوصلہ افزائی کرنے والے تجدد پسندوں کی کوششوں کو ناکافی سمجھتے اور انھیں باور کراتے ہیں کہ انھوں نے بہت کم کوڑا کرکٹ صاف کیا ہے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ تاہم وہ اس میدان میں کام کرنے والوں کو بالکل بے حوصلہ بھی نہیں کرنا چاہتے۔ وہ اس باب میں ان کے لیے تعریفی کلمات کہتے ہیں کہ انھوں نے جدید نظریات وثقافت کے مکمل اخذ و قبول کی راہ ہموار کر دی۔ اس بات کا اندازہ پروفیسر ہارٹن (Maximilian Joseph Heinrich Horten 1874-1945ء) کے عبدہ کی اصلاحی کوششوں سے متعلق اس تبصرے سے ملتا ہے، جسے چارلس سی آدم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ یہ مستشرقین اسلام کو کمزور کرنے کیلئے اہل اسلام ہی کو استعمال کرتے ہیں پروفیسر ہارٹن اپنے دل کی بات کہتا ہے:

---

36. Kerr, Islamic Reforms, 105.

37. Jamīla, Islam and Modernism, 121.

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ہم مورخین مغرب کو جو مشرق کے ذہنی ارتقا کا مطالعہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں بے حد افسوس ہے کہ اس موقع پر جب زمانہ حاضر کی ثقافت نفوذ کر رہی ہے، اسلام میں بو علی سینا(980 -1037) جیسا کوئی مفکر اعظم پیدا نہ ہوا، جو ثقافت کے نئے مسائل سے دست و گریباں ہوتا؛ قدیم ثقافت کے مردہ و افسردہ اجزا پر غالب آتا؛ اس کے عمدہ اور ٹھوس بنیادی اصولوں کو ترقی دیتا اور دنیا کے علوم حاضرہ کے کم از کم بڑے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا۔ جہاں جہاں محمد عبدہ نے فلسفے اور الہیات کے مسائل کو نئے انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، انھیں صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ابھی بہت سا کوڑا کرکٹ صاف کرنا باقی ہے، جو نئی عمارت کے لیے جگہ نکالنے کی غرض سے دور کرنا پڑے گا۔ یہ واقعہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ جدید فکر و ثقافت کی معقول بنیاد کی طرف ترقی کرنے میں صرف ابتدائی مرحلے پر پہنچ سکے۔ جب اسلام ثقافت جدیدہ کو پوری طرح اخذ و جذب کر لے گا تو اس کے بعد ہی منطق، فلسفہ اور دینیات کے متعلق قطعی اور منقی تصانیف پیش کی جا سکیں گی۔"[38]

پروفیسر ہارٹن یہاں اس کے سواعبدہ سے اور کیا توقع کرتا دکھائی دیتا ہے کہ انھوں نے اس حوالے سے جو احتیاط ملحوظ رکھی، وہ نہ رکھتے اور پورے طور پر مغربی تہذیب اور افکار و نظریات کو جذب کر لیتے۔ گویا مستشرقین کے نزدیک کامیابی مغربی تہذیب اختیار کرنے میں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تجدد کی راہ میں مستشرقین کی خواہشات کو پورا کرنے کی غرض سے ان متجددین کو اسلامی تعلیمات کی اساس سے باہر نکلنا ضروری ہوتا ہے جسے اسلام اور اسکا مزاج بالکل قبول نہ کرتا ہے اور عوام الناس بھی اسے قبول نہیں کرتے ہیں۔

**تحقیر اسلامی تاریخ و تہذیب**

مستشرقین ابتدا میں اسلامی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوئے اور جوق در جوق اسلامی علاقوں میں آکر اسلامی تحقیقات سے نہ صرف مستفید ہوتے بلکہ ان علوم وفنون کو اپنے آبائی علاقوں میں لے جاتے اور اپنے افراد کی ترقی کیلئے کوششوں میں اپنا ہاتھ بٹاتے۔ لیکن جیسے جیسے مغرب ترقی کرتا گیا اور مشرق تحقیق سے محروم ہوتا گیا تو ان مستشرقین کی توجہات بدلتی گئیں کیونکہ اب اسلامی تہذیب و تمدن کی ان مستشرقین کو ضرورت نہ تھی۔ اب موجودہ دور میں یہی مستشرقین اسلامی تہذیب و تمدن کو نشانہ طعن و تشنیع بناتے ہیں۔ مستشرقین کے اسلامی تاریخ و تہذیب کے خلاف تحقیر آمیز تحریر و تقریر اسلئے کی جارہی ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ جب تک مسلمانوں کو انکی تابناک اور شاندار تاریخ اور اعلی اخلاقی پیرائیوں پر مبنی تہذیبی اقدار کے بارے میں شک میں مبتلا نہ کر دیا جائے اور یہ کہ اسلامی تہذیب و تمدن کوئی خاص اہمیت کی حامل نہ ہے بلکہ حقیر اور معمولی سی تہذیبی تاریخ ہے جو زیادہ تر عیسائیوں اور یہودیوں سے متاثرہ ہے مستشرقین کے اس متعصبانہ رویہ کی وضاحت یوں ہوتی ہے کہ

"اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق استشراقی تحریروں کے مبنی بر تعصب و عناد ہونے کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود بہت سے مغربی زعما اور اہل قلم نے اس ضمن میں استشراقی تحریروں کو مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کے تسلسل کا نام دیا ہے"[39]

اسلامی تاریخ و تہذیب کی تحقیر اہل مغرب کی اس نفسیات کا نتیجہ ہے کہ وہ سب سے اعلی قوم ہیں اور باقی سب کم تر- اسی نظریہ کی بنیاد پر مستشرقین تمام اہل مغرب کو اہل مشرق سے دور رکھنے اور اپنے سے کم تر خیال کرنے کے زعم میں گرفتار رکھنے کی سعی کرتے ہیں- علامہ اسد لکھتے ہیں کہ:

The Greeks and the Romans regarded only themselves as "civilized", while everything foreign and particularly every living to the East of theMediterranean Sea, bore the label "barbarians." Since that time Occidentals believe that their racial superiority over the rest of mankind is a matter of fact; and the more are less pronounced contempt of non-European races and nations is one of thecivilisation.Standing feathers of West.[40]

"یونانی اور رومی خود کو سب سے مہذب خیال کرتے اور باقی اقوام خصوصی طور پر مشرقی اقوام کو جاہل اور وحشی سمجھتے۔ اہل مغرب اس تناظر میں اس عقیدے کے حامل ہوگئے کہ انھیں تمام بنی نوع انسان پر برتری حاصل ہے۔ غیر مغربی اقوام کی توہین مغربی تہذیب کا ایک اہم عنصر ہے۔"

اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے ظفر علی قریشی تحریر کرتے ہیں کہ:

---

38- آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 154-156

39- البائی، السنۃ ومکانتھا، 32۔ Loon, Tolerance, 114

40- Muhammad Asad, Islam at the Cross Roads, 62

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

The device of these imperial agents has generally been to criticises the religion and culture of the conquered peoples, to malign the founders of their faiths and leaders of their thought, to cast aspersion on their holy books, to put to obloquy and derisionthe tenets of their creed... to revile what they hold dear and precious, and to create doubts and misgivings about their traditions, culture and civilisation and their future, thus paving the way for the acceptance of Christian dogmas and ideology,and ultimately, the domination of western culture and civilisation.[41]

ترجمہ " استعمار کے یہ ایجنٹ عام طور پر مفتوح اقوام کے مذہب اور کلچر کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے مذاہب کے بانیوں اور فکری رہنماؤں کی مسخ شدہ تصویر پیش کریں۔ ان کی مقدس کتابوں اور عقائد کی تحقیر کریں جس چیز کو وہ قیمتی اور محبوب رکھتے ہیں اسے بے وقعت ثابت کریں، ان کی روایات، تہذیب اور ثقافت سے متعلق شکوک اور غلط فہمیاں پیدا کریں اور یوں عیسائی عقائد و نظریات کو قبول کرنے کی راہ ہموار کریں جس کا نتیجہ مغربی تہذیب و اقدار کا غلبہ ہو"۔

مستشرقین اسلامی تاریخی واقعات کی خلاف حقیقت توجیہات پیش کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا ظہور وفروغ عالم انسانیت اور بالخصوص عیسائیت کے لیے فال بد ثابت ہوا۔ ان کی تحریروں میں یہ ثابت کرنے کی جستجو مد نظر رہتی ہے کہ اسلام شروع ہی سے یہودیوں اور عیسائیوں کا دشمن بن گیا تھا اور مسلمانوں نے ہمیشہ جارحیت کا ارتکاب کیا۔ مثلاً تھامس رائٹ ابرہہ کے حملے کے دوماہ بعد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کو عیسائیوں کے لیے بدترین آفت قرار دیتے ہوئے آپ کو مسیحیوں کا سب سے بڑا دشمن گردانتا ہے۔[42]

موجودہ زمانے کا مشہور مستشرق فلپ کے ہٹی الزام لگاتا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے موتہ کی جنگ شروع کر کے اسلام اور عیسائیت میں طویل جنگ کی بنیاد رکھی۔[43]

اسلامی تہذیب کی قدر و منزلت کو گھٹانے اس کی تحقیر کرنے اور عرب مسلمانوں کے تمدنی محاسن کے استحقاق کی خاطر مستشرقین اپنے طلبہ کو تربیت دیتے ہیں کہ وہ تہذیبی و ثقافتی مظاہر کو عربی الاصل ثابت کرنے کی بجائے لاطینی الاصل ثابت کریں تاکہ علم و فکر کے رشتے اور عقیدت و محبت کے جذبات مسلمانوں سے کٹ کر قدیم لاطینی اور یونانی اقوام کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔[44]

مستشرقین کی ان دورخی پالیسیوں کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن ندوی تحریر کرتے ہیں کہ:

"وہ اسلامی تہذیب اپنانے والوں کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کے طعنے دیتے ہیں، لیکن اس کے برعکس اسلامی تہذیب سے قدیم تر تہاذیب، جو زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت سے محروم اور سینکڑوں ہزاروں برس سے ماضی کے ملبے تلے دبی ہیں ان کے احیا کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو قرآن اور اسلامی علمی ذخیرے سے لاتعلق بنانے کے لیے نئے زمانے کے تقاضوں کا واسطہ دے کر قرآنی عربی زبان اور عربی رسم الخط کی بجائے مقامی زبانوں اور لاطینی رسم الخط اپنانے پر مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[45]

### اسلامی تعلیمات میں تشکیک وتزبزب پیدا کرنا

---

41- Qureshi, Prophet Muhammad and his Western Critics; 1/4

42- Wright, Early Christianity in Arabia, 153

43- Hiti, History of the Arabs, 147;Saunders, A History of Medieval Islam, 14

44- خلیل احمد حامدی، مرتب؛ نظام اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں لاہور: اسلامک پبلیکیشنز ہ1963)، 452

45- (43) مولانا ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی: مجلس نشریات اسلام, 1981)، 226-225

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مستشرقین مسلمانوں کے اسلام اور اپنے نبی مکرم حضرت محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گہرے تعلق کو ختم کرنے کیلئے ان کی نئی نسلوں میں تشکیک اور تزبزب کے بیج بوتے ہیں۔ اس کام کیلئے وہ مسلمانوں کے نام نہاد ادیبوں کے قلم خریدتے ہیں، ان ادیبوں مفکروں اور نام نہاد دانشوروں کے اذہان کو ڈالروں کی چکاچوند روشنی سے اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور مسلمانوں کی نئی نسل کے افکار وخیالات کو پراگندہ کرنے کے لیے ان کے قلم استعمال کرنے لگتے ہیں

مستشرقین نے اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کر دی ہے کہ کسی بھی طرح ملت اسلامی کی نوجوان نسل کا تعلق دین سے ختم ہو جائے اور اس کے لیے انہوں نے قلم کے ہتھیار سے حقائق کا قتل عام کیا اور اس طرح نئی نسل پر وار کئے کہ ملت اسلامی کی نئی نسل کا تعلق دین اسلام سے کٹتا چلا جائے اور اسے اسلام کی ویسی ہی شبیہ دکھائی دے جیسی مستشرقین دکھانا چاہتے ہیں اور معاملہ یہاں تک پہنچ جائے کہ مسلمان مسلمان ہونے پر شرمندہ ہوں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اس کے سینے سے نکل جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کیا کیا؟ پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"صلیبیوں نے تیغ وسنان رکھ دیئے اور قلم وقرطاس کے ذریعے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے۔ انہوں نے ڈراموں فلموں میں کارٹونوں میں اور کتابوں میں اسلام اور داعی اسلام کے کردار کو مسخ کرکے پیش کرنا شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے کئی روپ دھارے جن میں ایک روپ استشراق کا ہے۔ ایک مستشرق کے مقاصد اور عزائم بعینہ وہی ہیں جو صلیبیوں کے تھے۔ فرق صرف طریقہ کار کا ہے صلیبی دشمن کے روپ میں اسلامی مشرق میں وارد ہوتے تھے لیکن مستشرق علم دوست بن کر اور مشرقی علم وثقافت، تہذیب وتمدن علم وادب اور دین ومذہب کے حقائق کا جوئندہ بن کر مشرق میں آتا ہے اور پھر اپنے قلم کے زور اور تخیل کی پرواز سے اسلام اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہے۔"[46]

اسلام سے متعلق تشکیکی مواد کی فراہمی اور اہل اسلام کو اپنے دین وتہذیب سے متعلق متشکک ومتذبذب بنانے کی کوشش مستشرقین کے ہاں واضح دکھائی دیتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن، سیرت النبی، فقہ وکلام، صحابہ کرام، تابعین، آئمہ مجتہدین، محدثین وفقھا، مشائخ وصوفیا، رواۃ حدیث، فن جرح وتعدیل، اسماء الرجال، حدیث کی صحت، تدوین حدیث، فقہ اسلامی کے ماخذ پر مستشرقین کے اعتراضات وغیرہ مندرجہ بالا ہر موضوع کے متعلق مستشرقین کی کتابوں اور تحقیقات میں اتنا تشکیکی مواد پایا جاتا ہے کہ ایک ایسے ذہین اور حساس آدمی کو جو اس موضوع پر وسیع اور گہری نظر نہ رکھتا ہو پورے اسلام سے منحرف کر دینے کے لیے کافی ہے۔

مستشرقین اہل مشرق کے پڑھے لکھے، حوصلہ مند اور ترقی پسند نوجوان قارئین کے سامنے بار بار اور مختلف عنوانات کے تحت اپنے خیالات پیش کرتے ہیں۔ ان کا اندازہ اس قدر موثر ہوتا ہے کہ ان نوجوان قارئین کا ذہن اس پیش کردہ تشکیکی مواد کو ابدی حقیقت کی طرح قبول کرتا چلا جاتا ہے۔

ابوالحسن علی ندوی مستشرقین کے تشکیک پیدا کرنے کی کوششوں کو محمد البہی (1905-1982.) کے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مستشرقین یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی اسلام کے ساتھ وابستگی محض ایک مختصر وقفے میں مستحکم رہی۔ یہ وہ تاریخی وقفہ ہے، جب کہ اسلامی معاشرہ ابتدائی حالت اور عہد طفولیت میں تھا۔ اس مختصر وقفے کے ختم ہوتے ہی اسلامی معاشرے اور اسلام کے درمیان خلیج پڑ گئی۔ اسلام رفتہ رفتہ بدلتی ہوئی اور ترقی کرتی ہوئی زندگی کا ساتھ دینے سے قاصر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ خلافت اسلامی کے آخری مرکز جدید ترکی نے اسلام کو فرد کا ذاتی معاملہ قرار دیتے ہوئے عام زندگی سے بے دخل کر دیا۔ نئے دور میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دینے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، تمدن جدید کے وسائل سے استفادہ کرنے میں مسلمان دنیا سے پیچھے رہ جائیں اور مسلمان ممالک میں غربت، بیماریوں اور جہالت کو بخوشی گوارا کر لیا جائے۔ تغیر وترقی کا وہ اصول جس سے کوئی مفر نہیں اہل اسلام کو اسلام پر بھی لاگو کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی بدلیں۔ اہل مغرب کی پیروی کریں اور ان کے ان تجربات سے مستفید ہوں، جو طویل تجربوں کا نتیجہ اور انسانی فلاح وترقی کا واحد راستہ ہیں۔[47]

ابوالحسن علی ندوی مزید لکھتے ہیں کہ "مستشرقین نے مسلمانوں کے یقین کو کمزور کرنے اور تشکیک کا زہر پھیلانے کے لیے اسلامی تحقیقے نام پر کروڑوں ڈالر خرچ کر کے تشکیکی مواد تیار کیا"۔[48] مستشرقین کے تشکیک وتزبزب پھیلانے کے اس عمل کو کس قدر پلاننگ سے سرانجام دیا جا رہا ہے اس کا اندازہ مولانا محمد عمران کی درج ذیل تحریر سے ہوتا ہے کہ

---

46۔ ضیاء النبی، جلد ششم صفحہ 81;82

47۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمش، 200، 263، بہ حوالہ محمد البہی، الفکر الاسلامی الحدیث۔

48۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمش، 260، 263، بہ حوالہ، محمد البہی، الفکر الاسلامی الحدیث۔

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"میک گل (McGill) یونی ورسٹی کے ذمے خصوصی طور پر یہ کام لگایا گیا کہ وہ ایسے اسلامسٹ (Islamist) پیدا کرے جو مسلمانوں کے عقائد وایمانیات سے متعلق سمجھوتے کی فضا پیدا کریں۔ صدیوں کی مخاصمت کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اصولوں کی بنیاد پر اسلام کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا؛ اسلام میں ایک ایسی مقناطیسی طاقت ہے، جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ لہذا اہل مغرب کو اسلام سے دور رکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ زہریلا لٹریچر گردش کرتا رہے اور اسلام سے متعلق متعصبانہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہے"۔[49]

اس بابت ابوالحسن علی ندوی تحریر کرتے ہیں کہ تشکیکی مواد اور زہریلے لٹریچر کے سلسلے میں مستشرقین کی حکمت عملی یہ ہے کہ "وہ اپنی تحریروں میں زہر کی ایک مناسب مقدار رکھتے ہیں اور اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ وہ تناسب سے بڑھنے نہ پائے، اور پڑھنے والے کو متنفر اور بدگمان نہ کردے۔ ان کی یہ تحریریں اس قدر خطرناک ہوتی ہیں کہ ایک متوسط آدمی کا ان کی زد سے بچ نکلنا مشکل ہوتا ہے۔"[50]

## قرآن وسنت میں تشکیک پیدا کرنے کی کوششیں

مسلمانوں کے نزدیک اولین اور مستند ترین آخذ قرآن وسنت ہیں۔ اس کا مقصد سیرت نبوی اور دیگر اسلامی موضوعات پر دوسری قدیمی ترین تاریخی کتب کی تردید کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی بات قرآن وسنتکے بیانات سے ٹکرائے گی تو اس باب میں دوسرے آخذ قابل اعتنا نہیں گے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ مستشرقین نے ان اولین آخذ کے بارے میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرنے کے لیے پورا زور لگایا ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں تو مستشرقین کی لاکھ کوششوں کے باوجود ان کی تمام تر سرگرمیاں ناکامی سے دوچار ہوئیں لیکن حدیث کے بارے میں تواتر اور تسلسل کے ساتھ کام جاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتب حدیث کا درجہ استناد کے اعتبار سے اناجیلاربعہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اناجیل اربعہ (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) کے راوی صرف چار ہیں جبکہ ایکایک حدیث کے راویوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے کسی ایک روایت میں کوئی تشنگی محسوس ہو تو اس کی تکمیل یا تشریح وتفصیل باقی راویوں کے ہاں مل جاتی ہے۔ ان ابتدائی معروف مورخین (محدثین) کی تعداد کم از کم چار ہزار ہے یہ روای ایک ایک بات کی تصدیقکے لیے مہینوں دور دراز علاقوں کا سفر کیا کرتے تھے۔ اس کے برعکس عیسائی ویہودی تاریخ محدود ترین راویوں کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔ اس تاریخ میں مؤرخ کا ذاتی کردار بھی زیر بحث نہیں آتا۔ ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ دیانت وامانت اور غیر جانبداری کے لحاظ سے کسیمورخ کا پایہ استناد کیا ہے۔ روایات کے قبول واسترداد میں محدثین نے جرح وتعدیل کا جو معیار قائم کیا بہت سے مؤرخین اس فن کی ابجد سے بھی واقف نہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت نگاری میں کتبمغازی، کتب تاریخ اور کتب آثار الاخبار کا درجہ قرآن مجید اور کتب احادیث کے بعد آتا ہے۔

اللہ تعالی کی لاریب کتاب قرآن مجید جس کے آغاز میں ہی حکم الہی ہے کہ

" الم ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین" اور اللہ کے محبوب حضرت محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان یہ ہے کہ

" ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی " لہذا یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ قرآن وسنت کی جو اہمیت شریعت اسلامی نے ہمیں بتادی ہے وہ اس امر کی متقاضی ہے کہ کسی غیر مسلم، منافق یا کافر کے تصدیقی بیان کو اہمیت نہ دی جائے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ حق پر مبنی پیغام اللہ کا ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

قرآن وسنت کے بعض پہلوؤں کے بارے میں غیر مسلم مصنفین اور مستشرقینکے تائیدی بیانات کوئی مستند اتھارٹی نہ ہیں۔ اس بارے میں پروفیسر محمد اکرم طاہر صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشادات اور فرامین کی غیر مشروط پیروی ہمارے صاحب ایمان ہونے کا لازمی تقاضا ہے۔ ان ارشادات کے بارے میں کسی بھی مسلم یا غیر مسلم کا کوئی تائیدی فقرہ ان کی قدر ومنزلت اور افادیت میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں کر سکتا۔ راقم الحروف احادیث پاک کے بارے میں اپنے اس موقف کا برملا اظہار ضروری سمجھتا ہے جو ہمارے اکابر اور مشاہیر کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ میری مراد یہاں خاص طور پر مشہور صحابی رسول حضرت عمران بنحصین رضی اللہ عنہ ہیں جو عہد فاروقی میں بصرہ میں معلم بنائے گئے تھے۔ آپ لوگوں کو حیا کے بارے میں ایکمشہور حدیث سنا رہے تھے۔ حاضرین میں سے یمن کے بشیر بن کعب نامی ایک صاحب نے اخلاقیات کی کچھ کتب پڑھ رکھی تھیں انھوں نے کہا جی ہاں پرانی کتابوں میں بھی حیا کے بارے میں اس قسم کے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔ حضرت

49. Maulānā Muhammad Imrān, Distortions about Islam in the West (Lahore: Malik Sirāj and Sons, 1979)

50۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 259

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

عمران کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا: "میں تجھ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور تو مقابلہ کرتے ہوئے اپنے صحیفوں اور کتابوں کی باتیں بیان کرتا ہے"۔

اس مضبوط موقف کے ہوتے ہوئے مختلف مقامات پر غیر مسلم اہل قلم کے حوالہ جات کو مصنفی ذہنی مرعوبیت سے منسوب کرنا درست نہ ہو گا مقصد صرف جدید رجانات اور معلومات کی روشنیمیں سیرت طیبہ کی تفہیم و توضیح ہے اور بس۔ قرآن و سنت پر ان حضرات کو اتھارٹی نہیں سمجھا جاسکتا۔"[51]

واقعہ 11/9 سے کچھ عرصہ قبل کے مستشرقین کے اعتراضات کے منہ توڑ جوابات امت مسلمہ کے جید علماء کرام دیتے رہے۔ جبکہ ساتھ ہی ساتھ مغربی حکومتوں نے بھی تحریک استشراق کی سرپرستی میں کمی کر دی اور مغربی عوام میں اسلامی تعلیمات کے بارے میں آگاہی ہونے پر تحریک استشراق رفتہ رفتہ کمزور پڑھتی گئی۔ مشہور مستشرق برنارڈلیوس کے عالمی اسلام کے خلاف زہریلی تحریات، امیریکی حکومت کے عراق حملہ میں مشاورت اور بعد ازاں افغانستان حملہ کی مشاورتی کمیٹیوں میں شمولیت پر عالم اسلام کی جانب سے نشانہ تنقید بنتا رہا۔ جبکہ مشہور فلسطینی نژاد مستشرق ایڈورڈ سیڈ بھی لیوس اور اس جیسے اسلام دشمن مستشرقین کی بے جا اسلام کی مخالفت کو تنقید کا نشانہ بناتا رہا اور مشرق کا مثبت چہرہ اہل مغرب کو دیکھانے کی طرف توجہ دلاتا رہا۔ اس طرح رفتہ رفتہ تحریک استشراق نیم مردہ حالت کو پہنچ چکی تھی کہ 11/9واقعہ کے بعد اسلام مخالف لہرنے تحریک استشراق میں نئی جان ڈال دی تھی لیکن جس طرح ہر کمال کے لیے زوال ہے اسی طرح تحریک استشراق اپنی تمام تر کوششوں اور وسائل کے باوجود اب روبہ زوال ہے۔ مغربی اسکالروں کے اندر اب وہ پہلے کی سی دلچسپی نہیں رہی اور نہ ہی اب ان کی پوری طرح حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ابھی تک تو یہ تحریک اپنے اساسی خطوط پر چل رہی ہے لیکن مسلمان محققین کا خیال ہے کہ مستقبل قریب میں استشراق علوم شرقیہ کے تعلق سے صرف ایک تحقیقی ادارہ بن کر رہ جائے گا اور اسلام کا یہ تیزی سے بڑھتا ہوا قافلہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تکمیل پر منتج ہو گا۔

---

[51]۔ محمد الرسول اللہ از پروفیسر محمد اکرم ص ۱۷ تا ۱۸